کچھ نہ کہا اُس نے جاتے جاتے

بنتِ سید عطاء المہیمن بخاری

۱۵/ نومبر ۲۰۰۹ء کی شام نمازِ مغرب کے لیے ابھی جائے نماز پر کھڑی ہوئی ہی تھی کہ منے بھائی جان کے حادثے کی خبر سنی۔ سب کہہ رہے تھے کہ اُن کی حالت بہت نازک ہے۔ صحت وعافیت کی دعا کرو۔ یہ خبر سن کر میری حالت یہ تھی کہ ......''کاٹو تو بدن میں لہو نہیں''۔ اسی اضطراب میں نماز ادا کی۔ خیالات کا ایک ہجوم تھا۔ بھائی جان کس کیفیت میں ہوں گے؟ آپی اور دونوں بھانجے کس حال میں ہوں گے؟ اتنے میں اطلاع ملی کہ بھائی جان اپنے ربِ کریم کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہوگئے۔ ایسے لگا جیسے قیامت برپا ہوگئی ہو۔ دل بجھ گیا اور دماغ ماؤف ہوگیا۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہوگیا ہے۔ پھر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ

جانے والوں کو کہاں روک سکا ہے کوئی
تم چلے ہو تو کوئی روکنے والا بھی نہیں

بھائی جان کو بچپن ہی سے سب بچے بڑے ''مُنّا'' کہہ کر بلاتے تھے۔ وہ اپنے گھر والوں کے لیے ''مُنّے'' ہی تھے مگر اپنے علم وتقویٰ کے مرتبے میں بہت آگے تھے۔ پڑھنے لکھنے کا ذوق بچپن سے تھا۔ اُن کے ابّا جی اور میرے بڑے ماموں جان (پروفیسر سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہ) انھیں کتابیں اور رسائل لاکر دیتے اور وہ انھیں بڑے شوق سے پڑھتے۔ انھوں نے تھوڑی سی عمر میں سارے کام مکمل کر لیے۔ اپنی تعلیم اعلیٰ معیار کے ساتھ مکمل کی اور عملی زندگی میں بھی نام پیدا کیا۔ نصابی مطالعہ تو کرتے ہی تھے لیکن اُن کا غیر نصابی مطالعہ بھی بہت وسیع تھا۔ تفسیر، حدیث اور تاریخ کا گہرا مطالعہ تھا۔ سیرتِ طیبہ اور سیرتِ صحابہ وصحابیات اُن کے مطالعے کے خاص موضوعات تھے۔ خوبی یہ تھی کہ جو کچھ پڑھتے اُسے بیان کرتے ہوئے حوالے ساتھ دیتے۔ اکابر کی زندگی کے واقعات اپنے انداز میں سناتے تو سننے والے دنگ رہ جاتے۔ وہ ایک اچھے استاد اور عالم باعمل تھے۔ دین کے ساتھ بہت لگاؤ تھا۔ جس طرح خود مطالعہ کرتے، دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ بھائی جان نہایت حلیم الطبع انسان تھے۔ محبت، شفقت، پیار، ہمدردی اور خلوص جیسی صفات اُن کی شخصیت کے ساتھ لازم وملزوم تھیں۔ وہ سب بچوں کے ساتھ بہت پیار کرتے اور بڑوں کا بے پناہ ادب واحترام کرتے۔ بچوں کو چیزیں کھلانا، اُن سے دل لگی کے انداز میں مذاق کرنا اور اُن کو لطائف سنانا، اُن میں گھل مل جانا، اُن کا خاص مزاج تھا۔ اسی طرح بڑوں میں بیٹھ کر محفل سجانے اور اپنی گفتگو سے ماحول کو خوشگوار بنانے کا گُر انھیں آتا تھا۔ گفتگو کا انداز بہت دل کش تھا۔ نرم اور دھیمے لہجے میں بات کرتے اور جس محفل میں ہوتے اُسے چار چاند لگا دیتے۔ جس موضوع پر گفتگو کرتے عام فہم انداز میں بات سمجھا دیتے۔ دلائل ایسے دیتے کہ سننے والے

کے ذہن پر اُن کے بارے میں کسی بہت بڑے عالم کا نقش ثبت ہوجاتا۔ جو ایک دفعہ بھی اُن سے گفتگو کر لیتا اُن کا شیدائی ہوجاتا۔ وہ ایک قابل استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب وشاعر اور کالم نگار بھی تھے۔ اردو، انگریزی، فارسی اور عربی کے علاوہ علاقائی زبانوں پر بھی انھیں عبور حاصل تھا۔ بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول جو ایک دفعہ مل لیتا اُن کے علم واخلاق کا گرویدہ ہوجاتا اور دوسری دفعہ ملنے کی تمنا دل میں گھر کر جاتی۔ گویا......

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سے کہیں جسے
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

بھائی جان، وقت کے بہت قدر دان تھے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے بارے میں فکر مند رہتے تھے۔ اپنی مصروفیات میں سے وقت بچا کر بچوں سے اُن کی تعلیم کے بارے میں پوچھنا، اُن کی رہنمائی کرنا اور اُن کو اچھے اچھے مشورے دینا اُن کا معمول تھا۔ گھر سے باہر بھی بچوں سے اُن کا یہی رویہ تھا۔ بچے اُن سے مانوس تھے، خوف زدہ نہیں تھے۔ اُن کے انتقال پر بڑے تو غم زدہ تھے ہی، میں نے بچوں کو بھی روتے دیکھا ہے۔

بھائی جان، بہت ملنسار، خوش اخلاق اور غصے کے وقت صبر سے کام لینے والے تھے۔ وہ غصے کی بجائے پیار سے سمجھاتے اور معاملہ نمٹاتے۔ اُن کی گھریلو اور باہر کی زندگی دونوں پاک صاف تھی۔ پابندی سے باجماعت نمازوں کا اہتمام کرتے، سر پر ہمیشہ ٹوپی رکھتے۔ اللہ نے اُن کی دعائیں قبول کیں اور جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں اُن کی تعیناتی ہوگئی۔ اس وہ بہت خوش تھے اور اللہ تعالیٰ شکر ادا کرتے تھے۔ دوستوں کو کہتے ''ایسا لگتا ہے کہ مکہ کی مٹی مجھے اپنی طرف کھینچتی ہے۔'' اللہ نے اُن کو ہمیشہ کے لیے مکہ بلالیا۔ اس دفعہ مکہ جاتے ہوئے وہ خاموش خاموش تھے۔ بس جانے کی تیاری میں لگے رہے۔ کسے خبر تھی کہ وہ کیوں چپ ہیں۔ بس....!

ایسی محبوب ٹھہری لقائے حبیب
کچھ نہ کہا اُس نے جاتے جاتے

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی جان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور اُن کے بچوں کو اُن جیسا بنا دے۔ (آمین)